www.KitaboSunnat.com

دار الافتاء

شیخ الحدیث حافظ ثناءاللہ مدنی
جامعہ لاہور الاسلامیہ (رحمانیہ)

- جی. پی. او فنڈ؟ دو فتوؤں کا تعاقب
- زندگی میں ورثاء کو وراثت سے محروم کرنا؟

☆سوال: میرے شوہر جو آرمی میں میجر تھے، کی ناگہانی موت پر فوج نے پنشن گھر کے علاوہ گروپ انشورنس کے نام پر مجھے اور میرے دو نابالغ بیٹوں کو دو لاکھ تیس ہزار روپے کی رقم بھی دی ہے۔ یہ حکومت پاکستان کی لازمی سکیم ہے جو اس کے ہر ملازم کے مرنے کی صورت میں بیوہ اور بچوں کو رقم کی شکل میں ادا کی جاتی ہے۔ میرا آپ سے سوال ہے کہ:

۱۔ کیا یہ رقم جائز ہے؟

۲۔ اگر یہ رقم جائز نہیں تو اس کو کس مصرف میں استعمال کیا جا سکتا ہے؟

۳۔ ناجائز ہونے کی صورت میں بچوں کے بالغ ہونے کا انتظار کروں یا اپنی صوابدید پر خدا کی راہ میں دے دوں؟ (ڈاکٹر نوشین طاہر، لاہور)

جامعہ بنوری ٹاؤن، کراچی کا جواب: واضح رہے کہ چونکہ موجودہ انشورنس سکیم سراسر سود ہے اور اس سے حاصل شدہ منافع بھی سودی منافع اور حرام ہے..... لہٰذا صورتِ مسئولہ میں حکومت کی طرف سے گروپ انشورنس کے نام سے جو دو لاکھ تیس ہزار روپے ملے ہیں اس میں سے جو اصل مال ہے (جو کہ مرحوم نے سال بسال اَقساط جمع کئے ہیں) اس کو ترکہ میں شمار کیا جائے گا اور اس کا استعمال حلال ہے اور انشورنس کے نام سے جو اس پر اضافی رقم ملی ہے وہ چونکہ ربا اور جوا ہے اس لئے حرام ہے..... لہٰذا اس اضافی مال کو بلا نیتِ ثواب ان اَشخاص پر صدقہ کیا جائے جو کہ شرعاً زکوۃ کے مستحق ہیں۔ مثلاً فقراء و مساکین اور مقروض وغیرہ اور اس کا صدقہ فوری ہی کر دیا جائے، بچوں کی بلوغت کا انتظار ضروری نہیں ہے جیسا کہ فتاویٰ شامی میں ہے

”والحاصل أنه إن علم أرباب الأموال وجب ردّه عليهم وإلا فإن علم عين الحرام لا يحل له و يتصدق به بنية صاحبه“ (شامی: ج۵، ص۹۹)

”الغرض اگر مال کے اصل مالکوں کا علم ہو جائے تو وہ ان کو لوٹانا واجب ہوگا اور اگر اس مال کا حرام ہونا معلوم ہو جائے تو تب حلال نہ ہوگا۔ اس کو اس کے مالک کی طرف سے نیت کر کے صدقہ بھی کیا جا سکتا ہے“

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح معارف السنن میں حضرت بنوریؒ اپنے استاذ علامہ کشمیریؒ کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "قال شيخنا ويستفاد في كتب فقهاء نا كالهداية وغيرها من ملك بملك خبيث ولم يمكنه الردّ إلى المالك فسبيله التصدق على الفقراء" (معارف السنن: ج۱، ص ۳۴)

"ہمارے استاد کے قول اور ہمارے فقہاء کی کتب مثلاً ہدایہ وغیرہ سے بھی پتہ چلتا ہے جو کسی حرام مال کا مالک ہوا اور وہ مال اس کے مالک کی طرف لوٹانے پر قادر نہیں ہے تو تب وہ فقراء پر اس مال کو صدقہ کردے۔"

اور اگر مرحوم نے اقساط جمع نہیں کئے ہیں بلکہ کمپنی نے ہی جمع کئے ہیں تو پھر سب حرام ہے۔

جامعہ اشرفیہ، لاہور کا جواب: اگر اس سکیم کے لئے ملازم کی تنخواہ سے جبری کٹوتی کی جاتی ہے اور ملازم کا کوئی اختیار نہیں ہوتا تو رقم آپ کے لئے جائز ہے اور اسی طرح آپ کے بچوں کے لئے بھی جائز ہے اور جو بیمہ پالیسی کوئی اپنے اختیار سے حاصل کرے، وہ سود اور جوا کا مجموعہ ہونے کی وجہ سے حرام ہے۔ واللہ اعلم (جواب از مولانا داود احمد، دار الافتاء)

دار الافتاء، جامعہ بنوری ٹاؤن، کراچی کا دوبارہ جواب: واضح رہے کہ گروپ انشورنس سکیم میں جو کٹوتی کی جاتی ہے، اس کے حلال و حرام ہونے کا دارومدار اس بات پر ہے کہ اس سکیم میں حصہ لینے والا شخص اگر اپنے اختیار سے اس سکیم میں ماہانہ یا سالانہ اقساط جمع کرواتا ہو یا حکومت اس کی رضامندی سے اس کی تنخواہ سے کاٹ کر جمع کرتی ہو تو اس صورت میں یہ پالیسی ناجائز و حرام ہوگی کیونکہ یہ معاملہ سودی بن جاتا ہے اور سود لینا/دینا حرام ہے۔ لہٰذا مذکورہ طریقہ سے بیمہ پالیسی میں حصہ لینا بھی بوجہ سود ہونے کے حرام ہوگا اور اس سے حاصل شدہ منافع بھی ناجائز و حرام ہوگا۔

البتہ اگر یہ حکومت کی طرف سے لازمی اور ضروری سکیم ہو اور وہ ملازم کی تنخواہ سے جبراً کٹوتی ہوتی ہو، ملازم کو یہ فنڈ قائم کرنے یا نہ کرنے کا کوئی اختیار نہ ہو تو اس صورت میں یہ رقم حلال اور قابل استعمال ہے۔ آپ کے لئے بھی اور آپ کے بچوں کے لئے بھی اس کا استعمال کرنا جائز ہے۔

اور جہاں تک دونوں فتوؤں کا تعلق ہے۔ تو اس میں بھی یہی بات ہے کہ اگر جبراً کٹوتی کی جاتی تھی تو یہ رقم حلال اور قابل استعمال ہے۔ جیسا کہ جامعہ اشرفیہ لاہور کا فتویٰ ہے اور اگر اس میں آپ نے رضا و خوشی سے اقساط جمع کئے تھے تو یہ معاملہ سودی ہوگا اور اس سے حاصل شدہ منافع بھی حرام ہوگا۔ جب کہ بنوری ٹاؤن کی طرف سے بھی یہ یہی جواب ہے کہ "ہمارے سابقہ جواب میں لازمی، جبری سکیم اور اختیاری سکیم کی وضاحت نہیں کی گئی تھی۔ لہٰذا اگر مذکورہ سکیم لازمی ہے تو پھر اسی کے مطابق عمل کرلیا جائے۔ (جواب از سید نور الہدیٰ نظامی)

☆ محترم حافظ صاحب! کچھ عرصہ قبل میں نے اپنے مسئلہ کا شرعی حل معلوم کرنے کے لئے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بنوری ٹاؤن، کراچی اور جامعہ اشرفیہ سے رابطہ کیا۔ دونوں طرف سے مجھے ملنے والے متضاد جوابات آپکو ارسال کررہی ہوں، آپ براہِ مہربانی دونوں کو پڑھ کر میری رہنمائی کریں۔ (ڈاکٹر نوشین، لاہور)

☆ دونوں فتووں پر تعاقب از شیخ الحدیث حافظ ثناء اللہ مدنی حفظہ اللہ:

اس وقت میرے سامنے دیوبندی مکتب فکر جامعہ اشرفیہ، لاہور اور جامعۃ العلوم الاسلامیہ، بنوری ٹاؤن، کراچی کے دو فتوے ہیں۔ دونوں میں یہ موقف اختیار کیا گیا ہے کہ اختیاری سکیموں میں استعمال شدہ رقم پر سود وصول کرنا حرام ہے جبکہ حکومت کی طرف سے ہر ملازم کو جبری کٹوتی کے ساتھ ریٹائرمنٹ پر جو رقم ملتی ہے، یہ مباح، حلال اور قابل استعمال ہے...... واضح ہو کہ دونوں فتوے کئی ایک وجوہات کی بنا پر محل نظر ہیں، بالاختصار ملاحظہ فرمائیں:

اولاً: اس رقم کا باہمی رضامندی کے بغیر حاصل ہونا اصولِ تجارت کے منافی ہے، حدیث میں ہے "انما البیع عن تراضٍ" "یعنی خرید وفروخت کی بنیاد بائع اور مشتری کی باہمی رضامندی پر ہے" (سنن ابن ماجہ بسند حسن)

ثانیاً: اس پر شرح منافع متعین ہوتی ہے جو نفع ونقصان کی بنیاد پر شراکت کے شرعی ضابطہ کے خلاف ہے

ثالثاً: تیسری وجہ یہ ہے کہ ایسی رقوم کو حکومت غالباً سودی کاروبار پر لگاتی ہے اور سود مطلقاً حرام ہے۔ قرآنی آیات ﴿حَرَّمَ الرِّبٰوا﴾ اور ﴿لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوا﴾ کا تقاضا یہی ہے اور صحیح حدیث ہے

"الحلال بيّن والحرام بيّن وبينهما مشتبهة فمن ترك ما شُبّه عليه من الإثم كان لما استبان أترك...... الخ" (بخاری، باب الحلال بین)

"حلال واضح ہے اور حرام بھی واضح اور ان کے مابین کچھ متشابہ امور ہیں، جس نے کسی ایسے گناہ کو ترک کیا جو اس پر مشابہ تھا تو وہ صریح گناہوں سے زیادہ اجتناب کرے گا"

صحیح بخاری کے ابواب وتراجم باب تفسیر المشبہات اور باب ما یتنزہ من الشبہات کو خلوص کے ساتھ پڑھا جائے تو بات کھل کر سامنے آجائے گی۔ ان شاء اللہ

اسی بنا پر علامہ ابن ہمام حنفی، ہدایہ کی شرح فتح القدیر میں رقم طراز ہیں جس کا مفہوم یہ ہے کہ جب قرآن کی آیت حرّم الربوا اور آیت لاتأکلوا الربوا میں دار الحرب کی قید کے بغیر مطلق طور پر سود کے حرام ہونے کا حکم نازل ہوچکا ہے تو قرآن کے اس مطلق حکم سے کوئی گنجائش اس وقت تک ممکن نہیں جب تک مکحول کی مرسل روایت کو صحیح اور قابل حجت ثابت نہ کرلیا جائے۔ بلکہ اس مرسل روایت کو اگر صحیح بھی مان لیا جائے تو علمائے احناف کے لئے اس طرح خبر واحد سے قرآنِ مجید کے مطلق حکم پر دار الحرب کی قید کا بڑھانا اُصول مذہبِ حنفی کے برخلاف کیونکر جائز ہوسکتا ہے۔

موصوف کا مطلب یہ ہے کہ حنفی فقہاء کا دار الحرب میں سود کو جائز قرار دینا شرعی نصوص کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلاف غیر درست طرزِ عمل ہے تو حضرات مفتیانِ کرام کا قیاس و آراء پر مبنی فتویٰ کس طرح قابل حجت ہو سکتا ہے کہ جبری کٹوتی پر منافع استعمال کرنا جائز ہے لہٰذا یہ دونوں فتوے حنفی اصول المطلق یجری باطلاقه (مطلق اپنے عموم پر باقی رہے گا) کے خلاف ہیں۔ ویسے بھی شرعی قاعدہ معروف ہے

"إذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام"

"جب حلال اور حرام جمع ہو جائیں تو حرمت کا پہلو غالب ہوتا ہے"

لہٰذا بلاتردد راجح مسلک یہی ہے کہ ہر دو صورت میں تنخواہ کی کٹوتی پر ملنے والا منافع، مباح کاموں میں استعمال کرنا حرام ہے۔ اس حاصل کردہ رقم کا اب مصرف یہ ہے کہ جس کسی پر ظلم کی چٹی پڑ گئی ہو یا کسی کے ذمہ سودی پیسہ ہو تو اس کو سود اتارنے کے لئے دے دیا جائے تاکہ حرام پیسہ، حرام کے راستہ میں ہی جائے اور اسے مستحقین زکوٰۃ پر صرف کرنا حدیث "لایؤمن أحدکم حتی یحبّ لأخیه ما یحبّ لنفسه" (بخاری، باب من الایمان أن یحب لأخیه:..... الخ) کے منافی ہے۔ اسی موضوع پر میرا تفصیلی فتویٰ الاعتصام، لاہور میں شائع شدہ ہے۔ مزید تفصیل کیلئے اس کی طرف رجوع مفید ہے۔

سوال: شوکت خانم ہسپتال کی طرف سے ملازمین کے لئے پراویڈنٹ فنڈ کا اجرا ہوا ہے۔ اس کے سود ہونے کے بارے میں مجھے علماء کی متضاد آراملی ہیں۔ فنڈ کا طریقہ کار یہ ہے کہ: "ہر پراویڈنٹ فنڈ والے ملازم کی ماہوار تنخواہ کا ۷ فیصد کاٹا جاتا ہے اور اس پر ۱۰۰ فیصد منافع ملتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر ایک ملازم کی تنخواہ ۱۰ ہزار روپے ہے تو اس سے ماہوار ۷۰۰ روپے کاٹے جاتے ہیں اور اس کے اکاؤنٹ میں مزید ۷ فیصد کے حساب سے ۱۴۰۰ روپے ہر ماہ جمع ہوتے ہیں۔ ایک بینک کے ساتھ ہسپتال کا یہ معاملہ طے ہوا ہے۔"

جواب: تنخواہ کی کٹوتی سے منافع کی نسبت متعین کر کے ادائیگی درست عمل نہیں، یہ بعینہٖ سود ہے جس میں جواز کی صورت یہ ہے کہ نفع و نقصان کی بنیاد پر شراکت ہو۔

سوال: ہم مسمیان محمد رمضان، غلام محمد اور محمد اسلم تین بھائی اور تین بہنیں ہیں۔ محمد اسلم کلالہ ہے، صاحب جائیداد ہے اور کریانہ کی بہترین دوکان کرتا ہے اور غلام محمد اور اس کی اولاد کی طرف خاص رغبت کرتا ہے۔ جو کماتا ہے غلام محمد اور اس کی اولاد کے نام جائیداد خرید کر لگوا دیتا ہے۔ تاکہ اس کی وفات کے بعد وراثت سے دوسرے بہن بھائی حصہ نہ لے جائیں۔ محمد اسلم کے اس فعل کی وجہ سے باقی دونوں بھائیوں محمد رمضان اور غلام محمد کے درمیان زبردست ناراضگی پیدا ہو گئی ہے۔ کیا محمد اسلم کلالہ کو ایسا کرنا جائز ہے؟ یا تمام بہن بھائیوں سے برابر سلوک کرنا چاہیے۔ تمام جائیداد محمد اسلم کلالہ اپنے نام منتقل کروائے اور اس کے بعد تمام بہن بھائیوں میں بلحاظِ شرعی تقسیم ہو؟

جواب: بلاشبہ آدمی زمانہ صحت و تندرستی میں اپنے مال میں تصرف کا مطلقاً مجاز ہے۔ لیکن ایسا تصرف ممنوع ہے کہ جس سے شرعی ورثاء کا استحقاق مجروح ہو۔ صحیح بخاری میں حدیث ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ